دنیائے اسلام

از

(جناب مدیر لائف انٹرنیشنل نیویارک)

مترجم

(جناب پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر ایم اے)

(لائف انٹرنیشنل، نیویارک، نے ۹ر اگست ۱۹۵۵ء کے شمارے میں "دنیائے اسلام" کے عنوان سے یہ مقالہ شائع کیا تھا جس کا ترجمہ پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر صاحب ایم۔اے، صدر شعبۂ فارسی و اردو، سینٹ زیویرس کالج، بمبئی نے کیا ہے اور اسی کے ساتھ اس خط کا ترجمہ بھی جو مولوی عبدالصمد شرف الدین صاحب نے "لائف انٹرنیشنل" کے مدیر کو روانہ کیا تھا، اب یہ دونوں ترجمے "برہان" میں شائع کئے جارہے ہیں۔

عرب میں حضرت محمدؐ نے ایک مذہب توحید کی بنیاد ڈالی۔ جس نے آگے چل کر پورے عالم انسانی کے ساتویں حصے کو اپنا حلقہ بگوش بنالیا۔

اسلام جو دنیا کے عظیم اور عالم گیر مذاہب میں سب سے کم سن ہے، کئی طرح سے سادہ ترین اور واضح ترین مذہب بھی ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے صرف ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں جو ہر چیز پر قادر ہے۔ مذہب اسلام کے داعی حضرت محمدؐ نہ تو مسیحا تھے اور نہ نجات دہندہ بلکہ ایک ایسے انسان تھے جنھیں خدا نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے ایک ذریعہ کی حیثیت سے منتخب کیا تھا۔ اسلامی عقیدہ، جو منطقی موشگافیوں سے مبرا ہے، اس دنیا میں انسان کے اخلاق سے اتنا ہی تعلق رکھتا ہے جتنا کہ دوسری دنیا میں اس کے حشر اور جزا و سزا سے دوسرے مذاہب کے برعکس، جن کی پیدائش کی روایات مبہم اور داستانی ہیں اور جو طویل و سست ارتقاء کا نتیجہ ہیں، اسلام تاریخ کی پوری روشنی میں وجود میں آیا اور طوفان کی رفتار

سے پھیلا۔

حضرت محمدؐ کی وفات (واقع ۶۳۲ء) کے چند ہی سال بعد اسلام تمام مشرق وسطیٰ پر چھا گیا اور تقریباً ایک صدی کے اندر اس کی حدودِ اقتدار جبل الطارق سے لے کر ہمالیہ تک پھیل گئیں۔ آج اس کے کم و بیش ۳۰ کروڑ مقلدین ہیں جو مجموعی طور پر دنیا کی آبادی کا ساتواں حصہ ہیں۔

(دنیا کی آبادی کے بعض نقشے مسلمانوں کی تعداد پچاس کروڑ سے بھی زیادہ بتاتے ہیں۔ برہان)

اسلام کی شاندار ابتدائی فتوحات کے وجوہ، تاریخی حالات یعنی بحرِ روم کے اطراف و جوانب کے ممالک کی افراتفری اور عربوں کے جوش و خروش اور جنگی قابلیت میں مضمر ہیں۔ لیکن اسلام کی دائمی طاقت اور پائداری کی وجہ اس کی سادہ، واضح اور مؤثر مدافعت ہے جس نے اسلام کے اتحاد کو تیرہ سو سال سے برقرار رکھا ہے۔

اسلام صرف عبادات کے مجموعے کا نام نہیں ہے۔ وہ ایک ہمہ گیر طریقۂ زندگی ہے جو انسانی خیالات اور اعمال کی اس حد تک رہنمائی کرتا ہے جس کا ہمسر مغرب میں بھی کوئی نہیں۔ اس کی عظمت کی کلید خود لفظ "اسلام" ہے۔ جس کے معنی ہیں "تابع ہونا"، یعنی خود کو خدا کی رضا کا تابعدار اور فرمانبردار بنانا۔ لفظ "مسلم" اسی مخرج سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "وہ جو تابعدار ہوتا ہے"، لہذا ہر سچا مسلمان خود کو ہر وقت خدا کے سامنے حاضر، ناظر سمجھتا ہے اسلام کے ماننے والوں کے لئے مذہب اور زندگی، دین اور سیاست ناقابلِ تفریق ہیں۔

یہ اعتقاد کہ "خدا حاضر و ناظر حاکم اور علیم و خبیر منصف ہے" دنیا کے مسلمانوں میں ایسا وقار اور خود اعتمادی پیدا کر دیتا ہے جس کے ہوتے ہوئے ان کے اسلام سے پھر جانے اور دکھ سے گھبرا جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔

اپنے وسیع ترین مفہوم میں اسلام خدا کے زیرِ سایہ انسانوں کی اخوت کا نام ہے جو نسل و

قوم کی بندشوں سے نکل کر خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے متحد ہو کر ایک منظم جدوجہد میں مصروف ہے۔ اسلام کا یہ یقین دلانا کہ محمدؐ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے کلمات جو قرآنِ کریم میں محفوظ ہیں خدائے تعالےٰ کا آخری اور مطلق کلام ہے، اسلام کی عظمت اور قوت کا دوسرا قلعہ ہے۔

ایک مسلمان کے نزدیک، قرآن پچھلے تمام آسمانی صحیفوں کو منسوخ کرتا ہے اور ان کے تمام حقایق کی تصدیق کرتا ہے۔ یہودیت اور عیسائیت میں جو الٰہ واحد ہے بنیادی حیثیت سے وہی اسلام کا اللہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کی نظر میں قدیم آسمانی صحائف میں خدا کے ارشادات کا اظہار نامکمل طریقہ پر ہوا تھا اور صرف قرآن میں اسے مکمل کیا گیا۔ اسی طرح اسلام حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک انجیل کے تمام پیغمبروں کی تعظیم کرتا ہے اور محمدؐ کو آخری اور معزز ترین پیغمبر گردانتا ہے اور انھیں 'خاتم النبیین' کے نام سے یاد کرتا ہے۔ جہاں اسلام نے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت سے انکار کیا وہاں اس نے حضرت محمدؐ پر ربوبیت کے اطلاق کی کوششوں کو بھی بارور نہ ہونے دیا۔ حضرت محمدؐ بار بار یہی کہتے تھے کہ وہ کلام الٰہی کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے صرف ایک ذریعہ ہیں۔

حضرت محمدؐ کی ولادت کے وقت (روایۃً ۵۷۰ء) مکہ معظمہ، شام اور ہندوستان کے درمیان گرم مسالوں کے قدیم تجارتی راستہ پر ایک خوش حال تجویلی مرکز تھا۔ مکہ کو ایک مذہبی مرکز کی حیثیت بھی حاصل تھی جہاں بت پرست عرب شہر کے مختلف معبدوں میں تبوں کی پرستش کے لئے آتے تھے۔ ایک مستطیل عمارت بنام 'کعبہ' کی سب سے زیادہ تعظیم کی جاتی تھی۔ کعبہ میں مختلف بت نصب کئے گئے تھے۔ ایک گوشہ میں ایک حجر اسود رکھا ہوا تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جنت سے آیا ہوا پتھر ہے۔ حضرت محمدؐ مکہ کے ایک مقتدر ترین قبیلہ 'قریش' کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ زمانہ شباب ہی میں آپ کو اس وقت کے مروجہ مذہبی رسومات کو پرکھنے کے کافی مواقع ملے۔ کیوں کہ قریش،

خانہ کعبہ کے محافظ مانے جاتے تھے۔ ابتداء میں حضرت محمدؐ نے بت پرستی سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کی توحید کی حرمت و تعظیم میں اضافہ ہونے لگا۔

حضرت محمدؐ حساس ہونے کے ساتھ سوچ بچار کی طرف بھی بہت مائل تھے۔ آپ لگاتار کئی کئی دنوں تک مکہ کے اطراف کی پہاڑیوں میں سرگرداں رہتے۔ ایک شب فرشتہ مقرب حضرت جبرئیلؑ ان کے سامنے نمودار ہوئے اور کہا "اقراء" (پڑھو)۔ اس ابتدائی وحی میں حضرت محمدؐ نے قرآن پاک کی اولین آیات کو ادا کیا۔ پہلے پہل تو آپ پر گھبراہٹ اور دہشت طاری ہوئی لیکن جب وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا تو انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جو سچا اور واحد خدا ہے کم و بیش دس سال تک آپ پر وحی اترتی رہی جب آپ کعبہ کے قریب کی گذرگاہوں میں کھڑے ہوتے تو ان کے منہ سے بے ساختہ موزوں کلمات نکلتے۔ حضرت محمدؐ کی بتوں کی مذمت کی وجہ سے مکہ کے تاجر جنھیں بت پرست زائرین سے کافی آمدنی ہوتی تھی ان کے مخالف ہو گئے اور انھیں قتل کی دھمکی دی۔ آخر کار ۶۲۲ء میں حضرت محمدؐ نے مکہ سے ہجرت کی اور مکہ کے شمال میں ۲۰۰ میل دور ایک مقام یثرب میں جہاں کے باشندوں سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے آ کر مقیم ہو گئے۔

جس سال حضرت محمدؐ نے ہجرت کی وہی سال سنہ ہجری کا پہلا سال ہے۔ یثرب میں جس کا نام بعد میں مدینۃ النبی رکھا گیا حضرت محمدؐ نے بہت جلد ایک کامیاب روحانی پیشوا اور حاکم کی حیثیت حاصل کر لی۔ ان کے پیرووں اور مکہ کے بسنے والوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے مقابلوں کا سلسلہ آخر کار دونوں شہروں کے مابین ایک جنگ پر منتج ہوا۔ یہ جنگ ۶۳۰ء میں اس وقت ختم ہوئی جب حضرت محمدؐ فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ میں نصب شدہ تمام بتوں کو مسمار کر دیا۔ بعد کے دو سالوں میں حضرت محمدؐ نے عرب میں پیغمبر اور حکمراں کی حیثیت سے اپنے وقار کو اس قدر مستحکم کیا کہ ۶۳۲ء

میں ان کی وفات دین کی ترقی واشاعت میں مانع نہ ہوسکی جو اب بے خبر بیرونی دنیا پر آندھی کی طرح ٹوٹ پڑنے کے لئے بالکل تیار ہوچکا تھا۔

یہ امر نامعلوم ہے کہ قرآن کی مکمل ترتیب حضرت محمدؐ کی زندگی میں ہی ہوئی تھی یا نہیں۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ حضرت محمدؐ کی وفات کے فوراً بعد ان کے ایک کاتب نے قرآن کو ایک مستند کتاب کی صورت میں مرتب کیا جسے ان کے صحابیوں کی مجلس نے مستند دینی صحیفہ تسلیم کیا اور اس کے بعد سے اب تک وہ محفوظ ہے اس کی تعلیمات اور کلام کو ہر مسلمان کلام الٰہی کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے اور اسی کی بنیاد پر شریعت اسلام یا اسلام کا قانون بنایا گیا ہے۔ اس کے ابتدائی عقائد سادہ ہیں یعنی توحید خالص اور آخرت۔ گو عرب معبودِ اعلیٰ کے وجود کے پہلے سے قائل تھے لیکن حضرت محمدؐ نے اللہ کو واحد اور یکتا خدا کی حیثیت سے پیش کیا۔ (مسلمانوں کی نظر میں عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث میں شرک کی آمیزش ہے)

آخرت کا عقیدہ خدا کی یکتائی کے اصول کے ذیل میں آتا ہے جو خالق اور منصف ہے۔ جنت کی راحتوں اور دوزخ کی تکلیفوں کے بارے میں قرآن کا بیان انجیل سے کہیں زیادہ واضح اور جاندار ہے۔ جنت میں باغات، فوارے، شراب کی نہریں اور حسین دوشیزائیں یعنی حوریں ہیں جن کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں صدف میں چھپے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں۔ دوزخ میں آگ کے گڑھے، تیز و تند ہوائیں اور کھولتا ہوا پانی ہے۔

گو حضرت محمدؐ نے نہ تو منظم مذہبی پیشوائی کا کوئی ادارہ قائم کیا اور نہ کوئی مقدس رسم جاری کی۔ تاہم انھوں نے متعدد مذہبی احکام و فرائض کا حکم دیا جنھیں اسلام کے پانچ ستون بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) وحدتِ الٰہی کو تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا جیسا کہ کلمۂ اول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کے پیغمبر ہیں (۲) روزانہ پانچ مرتبہ اور جمعہ کو مسجد میں نماز کو ادا کرنا۔ نماز کی ادائیگی کے وقت منہ کعبہ کی طرف ہونا چاہیئے۔ خواہ کوئی شخص دنیا کے کسی حصّہ میں کیوں نہ ہو۔ (۳) تقویٰ کی بنیاد پر راہِ خدا

ہیں زکوٰۃ دینا۔(۴) ماہِ رمضان میں روزے رکھنا۔(۵) خانۂ کعبہ کی زیارت یعنی حج کرنا۔

ان پانچ اہم عبادات کے علاوہ قرآن ایک عظیم الشان اخلاقی و شرعی دستور العمل بھی پیش کرتا ہے۔ قرآن مسلمانوں کو لحم خنزیر کھانے، جوا کھیلنے اور سود کا کاروبار کرنے سے منع کرتا ہے۔ اس میں نکاح و طلاق کے بنیادی قوانین اور مختلف جرائم کے لئے سزائیں بھی تجویز کی گئی ہیں۔ قرآن کے نزدیک جو امور معیوب ترین ہیں ان میں ایک مجسمہ سازی بھی ہے یہی وجہ ہے کہ ایام سلف میں کہیں بھی حضرت محمدؐ کے مجسمے اور تصویریں نہیں پائی جاتی ہیں۔

حضرت محمدؐ کی وفات کے ایک سال بعد اسلامی فوجیں جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکل آئیں اور دنیا کی ان قوموں اور ملکوں کو متحیر کر دیا جو عربوں کے وجود سے متعلق بہت کم یا کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ پہلے تین خلفاء یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی مدبرانہ قیادت میں بیس سال سے بھی کم عرصے میں مشرقِ قریب کی دو عظیم الشان سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں۔ ۶۳۵ء میں شام، ۶۳۷ء میں عراق، ۶۴۰ء میں فلسطین، ۶۴۲ء میں مصر اور ۶۵۰ء میں تمام ایران فتح کیا گیا تھا۔ شروع شروع میں اسلامی فاتح فوجیں اس تیزی سے پیش قدمی کر رہی تھیں کہ انھیں نہ تو صلاح مشورہ کا وقت مل سکا اور نہ ان نئے مفتوح ممالک میں نظم قائم کرنے کا[1]۔ انھوں نے خراج لینے پر ہی اکتفا کیا اور جو لوگ خراج ادا کرتے تھے ان سے رواداری برتی جاتی تھی۔ بایں ہمہ بڑھتی ہوئی تعداد میں مفتوحین کے گروہ صحرا سے آئے ہوئے نئے متحرک دین کی آغوش میں آنے لگے۔ فتوحات پر فتوحات حاصل ہوتی گئیں اور فتح کا سرشار کن جذبہ عربوں کو مشرق میں ہندوستان تک، مغرب میں بحر الکاہل تک اور آبنائے جبل الطارق کے اس پار اسپین، پرتگال اور فرانس تک لے گیا۔ آخر کار ۷۳۲ء میں ان کو فرنگیوں نے طورس کے مقام پر روک لیا۔ لیکن اب بھی ان کا جوش اور ولولہ ختم نہیں ہوا تھا۔ نویں، دسویں اور گیارھویں صدی، اسلام کے لئے سنہری زمانہ تھا۔ رومی، یونانی تہذیب کے اثر سے بیدار ہو کر اور بازنطینی و ایرانی میراث سے فیض یاب ہو کر اسلام نے اپنی ایک روشن

[1] یہ واقعات کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کا نظم جہانبانی تاریخ کی جانی پہچانی حقیقت ہے۔ (برہان)

اور عظیم الشان تہذیب کی تخلیق کی - بغداد اور عرب کے دیگر مشہور شہروں میں فن، فلسفہ اور شاعری کو کافی عروج حاصل ہوا - ریاضی اور طب نے ترقی کی - مسلمان صناعوں اور کاریگروں نے مسجد قرطبہ جیسے شاہکار پیش کئے - اسلامی پیغام کی ترویج و اشاعت مسلم تجار اور صوفیاء کے ذریعہ ایشیا اور ہندیشائی جزائر میں ہوتی رہی -

اسلام کی ان ابتدائی شاندار فتوحات کے باوجود، مسلمانوں میں باہمی اختلافات موجود تھے - سب سے پہلا اختلاف حضرت محمدؐ کی جانشینی کے سوال پر پیدا ہوا - اور ان ابتدائی اختلافات کی وجہ سے ایسا نفاق پیدا ہوا جو آج تک موجود ہے - مختلف ادوار میں عقائد کے اختلافات نے مختلف گروہ اور جماعتیں پیدا کیں لیکن باہر سے ہر طرح اسلام صحیح و سالم رہا ہے اور آج بھی اسلام کی ایک پتھر پر تراشی ہوئی عمارت تین براعظموں کے سینہ پر اسی طرح سر بفلک ایستادہ ہے جیسی وہ مختلف ادوار میں رہی تھی - گو اسلام کی شاندار سلطنت کے حصے بخرے ہو چکے ہیں اور جدید قوم پرستی اور معاشی بدحالی نے اس کو کمزور بنا دیا ہے لیکن پھر بھی اسلام ایمان کی قوت کے ذریعہ آج بھی متحد ہے - مراقش سے بحر احمر تک مسلمان ایک ہی قسم کا ایمان رکھتے ہیں، ایک ہی طرح کی عبادت کرتے ہیں اور اپنا رُخ عبادت کرتے وقت ایک ہی مقدس شہر کی جانب کرتے ہیں - یہی وہ باتیں ہیں جنھوں نے اسلام کو آج بھی لاکھوں انسانوں کے لئے زمین پر خدا کی حکومت بنا رکھا ہے -

مکہ معظمہ — "اس مقدس شہر کی زیارت ہر مسلمان کو کرنی چاہیئے"

اسلام کے احکام میں اس حکم نے کہ "ہر صاحب مقدرت سچے مسلمان کو اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور حج کرنا چاہیئے" اسلام کے لئے ایک اتحاد انگیز قوت کا کام کیا ہے - دنیا کے ہر حصے سے زائرین مکہ کے مقدس شہر کی جانب ایک خاندان کے افراد کی حیثیت سے سفید بے سلے کپڑے یعنی احرام باندھے ہوئے پہنچتے ہیں - ان کے اس اخوت کے جذبے کے تحت نسل و طبقات کی تمام حدیں ختم ہو جاتی ہیں - صرف مکہ کو جانا ہی کافی نہیں بلکہ خاص

ارکانِ مذہبی کو انجام دینا بھی ضروری ہے۔ ان سب میں پہلا فریضہ کعبہ کا طواف ہے جو سات مرتبہ کرنا پڑتا ہے اس سے کم اہم فریضہ مکہ کے قریب دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ دوڑنا ہے۔ یہ فریضہ حضرت ہاجرہ کی اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے لئے پانی کی بے تابانہ تلاش کی یادگار ہے۔ تیسرا اہم فریضہ میدانِ عرفات میں ادا کرنا ہوتا ہے جہاں زائرین کو 'جبل الرحمت' کے قریب دوپہر سے غروب آفتاب تک خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ یہ سب سے اہم فرض ہے اور جو اسے ترک کر دیتا ہے اس کا حج نہیں ہوتا۔

"اسلام میں عورت کی سماجی حیثیت اور رسومات کی تبدیلی"

جب اسلام اطرافِ عالم میں پھیل گیا تو مفتوح یا نومسلم اقوام کے رسم و رواج اسلام کے سماجی نظام میں راہ بنانے لگے جس کی بنیاد قرآن کے عائد کردہ اعمال و افعال تھے۔ اسلامی دنیا میں عورتوں کے متعلق جو خیالات اور رجحانات پائے جاتے ہیں وہ اس امر کی ایک مثال ہے۔ کئی ممالک میں صدیوں سے انھیں گوشۂ تنہائی میں رکھا جاتا تھا اور مکانوں سے باہر انھیں بھاری بھرکم برقعوں کا کفن پہنا دیا جاتا تھا۔ تاہم ملایا میں قدیم روایات کے مطابق عورتوں کی آزادی کا تحفظ دوسرے ممالک سے زیادہ کیا گیا۔ دوسرے مقامات پر عورتوں پر جو کڑی پابندیاں عائد کی گئی تھیں وہ قرآن سے ماخوذ نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں بعد میں فقہاء کی تاویلوں کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے[1]

---

[1] یہ سب باتیں محلِ بحث اور تفصیل طلب ہیں (برہان)

اردو کے عظیم المرتبت شاعر میر محمد تقی میر کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے دلچسپ، عبرت انگیز، اور حیرت آمیز واقعات

میر کی آپ بیتی

میں ملاحظہ فرمایئے۔

اسے معروف نقاد نثار احمد فاروقی نے اصل فارسی کتاب سے ترجمہ کیا ہے اور جا بجا ضروری معلومات حواشی میں لکھ دی ہیں
ترجمہ و تالیف کے حسن کا اعتراف تمام مقتدر علمی جریدوں اور عالموں نے کیا ہے۔
طباعت اعلیٰ۔ کتابت عمدہ۔ کاغذ نفیس۔ گٹ اپ شاندار۔ مکتبہ برہان دہلی سے ۲/۸ میں طلب فرمایئے۔